تحریک آزادیٔ نسواں پر اقبال کی تشویش

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق

چند روز پہلے علامہ اقبالؒ کی بہو اور ڈاکٹر جاوید اقبال کی بیگم محترمہ ناصرہ اقبال نے کہا ہے کہ بنگلہ دیش کی طرح پاکستان میں بھی برقعہ پہننے پر پابندی عائد کردینی چاہئے۔انہوں نے عجیب بات کہہ دی کہ برقعہ ہندوؤں کا کلچر ہے۔

اس کے برعکس مستند حوالوں سے بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ موصوفہ محترمہ کے جلیل القدر سسر اور بے مثال مفکر و شاعر حکیم الامت علامہ اقبالؒ خواتین کے لئے چہرے کے پردے کے قائل تھے اور مرد و زن کی مخلوط محفلوں کے مخالف تھے۔ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اقبالؒ کو انگریزوں نے جنوبی افریقہ میں ہائی کمشنر کے عہدے کی پیشکش کی، مگر شرط یہ رکھی کہ ان کی اہلیہ مخلوط محفلوں میں شمولیت لازمی ہوگی۔اقبالؒ نے اس شرط کو قبول نہ کیا اور یہ پیشکش مسترد کردی۔

ذیل میں تحریک آزادیٔ نسواں کے حوالے سے اقبالؒ کے نظریات و عقائد کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

یورپی قومیں مذہب سے آزاد ہوکر گویا ہر بند سے آزاد ہوگئیں۔انہوں نے شرم وحیا کے فطری تقاضوں کو مکمل طور پر دبا دیا اور عیش پرستی کو زندگی کا مقصود اول بنالیا۔ظاہر ہے عورت کو اس سلسلے میں بنیادی آلہ کار کی حیثیت دی گئی، اس لئے پوری کوشش کی گئی کہ وہ جسمانی حسن و دلکشی کی علامت بن جائے اور شمع محفل بن کر ہر شخص کا دل لبھاتی رہے، لیکن چونکہ خود غرضی اور بے مروتی مغربیت کا لازمی شعار ہے، اس لئے ظلم یہ کیا گیا ہے کہ عورت کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر اسے زیادہ سے زیادہ عریانی و فحاشی کا پیکر بنایا گیا، مگر اسی نسبت سے اسے وقار اور تحفظ کے سارے وسائل سے محروم کردیا گیا۔ بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی یا بہن اس کی کوئی عزت نہ رہی۔جوانی میں وہ بیک وقت کئی مردوں کی تفریح کا سامان بنتی ہے۔ اپنے روزگار کا انتظام بھی خود کرتی ہے، یعنی اپنی نازک جسمانی ساخت کے باوصف دفتر یا کارخانے میں مردوں کے برابر کام بھی کرتی ہے، اس طرح خاندانی نظام درہم برہم ہونے کی وجہ سے وہ اپنی مامتا کو دبا کر بچوں سے بے نیاز رہنے پر مجبور ہوتی ہے اور اس کا بڑھاپا کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں گزرتا ہے۔

چنانچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ نے یوں تو پوری انسانی دنیا پر ناقابل بیان مظالم توڑے ہیں، مگر سب سے زیادہ ظلم واستحصال کا شکار عورت بنی ہے۔ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے کہ شدید ٹھنڈے موسم میں مرد تو تھری پیس سوٹ پہنتا ہے، مگر عورت کو محض سفلی جذبات کی تسکین کے لئے منی اسکرٹ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ شمالی یورپ کے ممالک کی ایئر ہوسٹسوں نے تو باقاعدہ احتجاج بھی کیا ہے کہ انہیں فضا کی بلندیوں میں شدید سردی محسوس ہوتی ہے، اس لئے اسکرٹ کے بجائے انہیں گرم پاجامے پہننے کی اجازت دی جائے، مگر وہاں کے مرد کی سنگ دلی پر اس فریاد کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کے نتیجے میں عورت کا تو ظاہر ہے تقدس تباہ ہونا ہی تھا، مگر اس کا وبال سارے معاشرے پر پڑا۔ آزاد اور مخلوط سوسائٹی کے نتیجے میں حرامی بچوں کی غیر معمولی کثرت، طلاقوں کی بھرمار، ان گنت نفسیاتی مسائل، بے شمار جنسی بیماریاں، خودکشیاں اور ہمہ نوع خاندانی اور سماجی ابتری نے یورپ کو حیوانوں کی سطح سے بھی بہت نیچے گرادیا ہے اور یہ تہذیب تاریخ اور انسانیت دونوں کے لئے سرطان سے بھی خطرناک بیماری کی صورت اختیار کرگئی ہے۔

یورپ والوں نے نہایت عیاری اور بدنیتی کے ساتھ کوشش کی کہ ایشیا اور افریقہ خصوصاً اسلامی دنیا میں بھی عورت کو ویسی ہی آزادی مل جائے جیسی یورپ نے اپنے ہاں کی عورتوں کو دی ہے تاکہ مسلمان بھی عیاش و بے حیا ہوجائیں اور ان کی روایتی خصوصیات یعنی شجاعت و مردانگی، حمیت وایثار، مروت اور خدا خوفی جو زوال کے سائے میں پڑی سورہی تھیں اور کسی وقت بھی بیدار ہوسکتی تھیں، بے ہوشی کی حالت میں دم توڑ جائیں...... تاکہ وہ یورپ کی غلامی کے شکنجے سے کبھی رہائی نہ پاسکیں۔

اس سلسلے میں پوری اسلامی دنیا میں آزادی نسواں کی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ مغربی حکمرانوں، دانشوروں اور سیاست کاروں کے سوچے سمجھے منصوبے سے ہورہا تھا۔ نام نہاد مغرب پرست طبقے نے ان تحریکیوں کی کھل کر حمایت کی اور پروپیگنڈا یہ کیا کہ مسلمانوں کے معاشرے میں عورتوں پر ظلم ہوتا ہے۔ اسے مرد سے پست سمجھا جاتا ہے۔ گھر کی چاردیواری میں بند کرکے اس کی صلاحیتوں کو ابھرنے کا موقع نہیں دیا جاتا اور عدم مساوات اور استحصال کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ تھی کہ یہ لوگ جو عموماً گروہ مترفین سے تعلق رکھتے تھے، عورتوں کو اسلامی قوانین کے تحت اپنی جائیدادوں میں تو حصہ دار بنانے پر آمادہ تھے، مگر محض اپنے سفلی جذبات کو تسکین دینے اور خوئے غلامی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کو بے حجاب بنانے پر تل گئے۔

اقبالؒ نے اس صورتحال کو تشویش کی نظر سے دیکھا اور آزادئ نسواں کی اس تحریک کے سامنے بند باندھنے کا تہیہ کرلیا۔ ''ضرب کلیم'' میں عورتوں کی آزادی یا بے راہ روی کا ذمہ دار وہ جدت پسند مردوں کی حماقت اور ناقابت اندیشی کو قرار دیتے ہیں۔ ''ضرب کلیم'' کے اشعار ہیں:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا — مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں — گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور　　　　کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

اقبالؒ کے نزدیک عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے، وہ مرد کو اس کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کو چراغ خانہ بن کر رہنا چاہئے، چراغ محفل بنے گی تو مرد کی مردانگی پر حرف آئے گا۔ ''ضرب کلیم'' میں فرماتے ہیں:

نَے در پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی　　　　نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد
جس قوم نے زندہ حقیقت کو نہ پایا　　　　اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا سرد

اسی نقطۂ نظر کو انہوں نے ایک مضمون میں پیش کیا ہے جو 1933ء میں ''لورپول پوسٹ'' لندن میں شائع ہوا تھا۔ مشرق اور مغرب میں خواتین کی حیثیت پر لکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

''میں اس خیال سے لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کہ عورتیں قوت لایموت کا خود بندوبست کریں، اس طرز عمل سے نسائیت کا جوہر تباہ و برباد ہو جائے گا۔'' (بحوالہ ''تجلیات اقبال'' ص 111)۔ اس اقبالؒ نے مثنوی اسرار ورموز جاوید نامہ، ارمغان حجاز اور ضرب کلیم میں متعدد مقامات پر معاشرے میں عورت کی حیثیت و اہمیت اور اس کے تقدس و احترام پر اظہار خیال کیا ہے۔ وہ عورت کے معاملے میں یورپ کے طرز عمل پر بہت پریشان ہیں اور وہاں کی مخلوط سوسائٹی اور مخلوط تعلیم کو نفرت و بیزاری کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ''ضرب کلیم'' میں کہتے ہیں:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن　　　　کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن　　　　ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

اور تہذیب مغرب نے جس طرح عورت کو اس کے گھر سے نکال کر زبردستی اس کے بچوں سے دور یا محروم کر کے اسے کارخانوں اور دفتروں میں لا بٹھایا ہے، اس پر اقبالؒ ''خردمندان مغرب'' کو یوں شرمندہ کرتے ہیں (ضرب کلیم):

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے　　　　ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال　　　　مرد بیکار و زن تہی آغوش

اقبالؒ عورتوں کی بے جا آزادی کے مخالف تھے اور اسے شمع محفل کے بجائے چراغ خانہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں فقیر سید وحید الدین روایت کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ کہنے لگے کہ جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی، وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئی ہے۔ عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی، اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگایا جائے جنہیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہوگا، مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت

ہے، ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے، بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوس ناک کوشش ہے۔" (روزگار فقیر جلد اول ص 66)

آزادیٔ نسواں کے حامی مغرب پسند حضرات کی روش پر اقبالؒ یوں پریشانی کا اظہار فرماتے ہیں:

"معاشرتی اصلاح کے نوجوان مبلغ یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی تعلیم کے چند جرعے مسلم خواتین کے تن مردہ میں نئی جان ڈال دیں گے اور وہ اپنی ردائے کہنہ کو پارہ پارہ کر دیں گی۔ شاید یہ بات درست ہو، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ پا کر اسے ایک مرتبہ پھر اپنا جسم ان نوجوان مبلغین کی نگاہوں سے چھپانا پڑے گا۔" (شذرات فکر اقبال ص 148)

اقبالؒ عورتوں کے پردے کے شدت سے حامی تھے۔ چنانچہ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ حکومت برطانیہ نے اقبالؒ کو جنوبی افریقہ میں اہم سفارتی عہدے کی پیشکش کی، مگر شرط یہ رکھی کہ ان کی بیگم کو مخلوط محفلوں میں جانا پڑے گا۔ اقبالؒ نے اس شرط کو قبول نہیں کیا اور پیشکش ٹھکرا دی۔ (ملفوظات اقبال ص 243)

"ملفوظات اقبال" میں روسی ترکستان کے ایک عالم موسیٰ جار اللہ سے اقبالؒ کی گفتگو خاصی بصیرت افروز ہے۔ متعلقہ عبارت یوں ہے: "موسیٰ جار اللہ صاحب تشریف لے آئے۔ پردے کے متعلق باتیں ہونے لگیں۔ ڈاکٹر صاحبؒ فرمانے لگے: "فطرت کا تقاضا معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جس میں تخلیقی صفات ہوں، پردے میں ہے، خود خدا کو دیکھئے بے حجاب نہیں، زندگی کو لیجئے، اگرچہ اس کے آثار کو ہم دیکھ سکتے ہیں، مگر بذات خود وہ ہماری نظروں سے پنہاں ہے"...... اس پر موسیٰ جار اللہ نے کہا کہ ہم لوگ بھی پردے کے قائل تو ضرور ہیں، مگر حجاب رو کو ضروری نہیں سمجھتے اور نہ قرآن کریم میں اس کے متعلق کوئی نص قطعی ہے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے فرمایا نہیں، قرآن حجاب رو کا قائل ہے۔" (ص 244)

اور "مقالات" میں رقم طراز ہیں: "مغربی دنیا میں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے۔ عورتوں کو آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے الٹا نقصان رساں ثابت ہوگا اور نظام معاشرت میں اس سے بے حد پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی اور عورتوں کی اعلیٰ تعلیم سے بھی جس حد تک کہ افراد قوم کی شرح ولادت کا تعلق ہے، جو نتائج مرتب ہوں گے وہ بھی غالباً پسندیدہ نہ ہوں گے۔" (ص 136)

بقول فقیر سید وحید الدین: اقبالؒ زن و مرد کی ترقی نشو و نما اور تعلیم و تربیت کے لئے جداگانہ میدان عمل کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی طور پر بھی ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے اور فرائض کے عتبار سے بھی، چنانچہ موصوف محترم عورتوں کے لئے ان کی طبعی و فطری ضروریات کے مطابق الگ نظام تعلیم اور الگ نصاب چاہتے ہیں۔ (روزگار فقیر جلد اول ص 166)

"شذرات" میں لکھتے ہیں: "تعلیم بھی دیگر امور کی طرح قومی ضروریات کی تابع ہوتی ہے، ہمارے مقاصد کے پیش

نظر مسلمان بچیوں کے لئے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین جن میں عورت کو نسوانیت اور دین سے محروم کر دینے کا میلان پایا جائے، احتیاط کے ساتھ تعلیم نسواں سے خارج کر دیئے جائیں۔" (ص 85)

اسی سلسلے میں "ملفوظات اقبال" میں ان کا ایک قول ہے: "تعلیم کا ذکر آیا تو فرمایا کہ مسلمانوں نے دنیا کو دکھانے کے لئے دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہی، لیکن نہ تو دنیا حاصل کر سکے اور نہ دین سنبھال سکے، یہی حال آج مسلم خواتین کا ہے جو دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں دین بھی کھو رہی ہیں۔" (ص 8-2)

چنانچہ ایک مرتبہ جب اقبالؒ بھوپال میں بغرض علاج اپنے دوست سر راس مسعود کے ہاں مقیم تھے تو دوران گفتگو لیڈی مسعود کے جواب میں فرمایا: "بے شک قرآن کریم میں حصول علم پر بڑا زور دیا گیا ہے لیکن اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک مکتب میں مل جل کر تعلیم حاصل کریں۔" (ص 102)

اور اسی نقطۂ نظر کی تائید اقبالؒ نے "ضرب کلیم" میں بھی کی ہے۔ وہ ایسی تعلیم کو سراسر موت قرار دیتے ہیں، جس سے عورت نسوانیت کے جوہر کھودے۔ وہ ایک مسلمان ماں کی خوبیوں سے محروم ہو جائے اور جس سے اس کا دینی کردار ختم ہو جائے۔ کتنے کرب اور دکھ سے کہتے ہیں:

تہذیب فرنگی ہے اگر مرگ امومت	ہے حضرت انسان کے لئے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن	کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن	ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

دراصل اقبالؒ کے نزدیک امت مسلمہ کے لئے قابل تقلید نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اسوہ ہے۔ چنانچہ اسی نسبت سے وہ خواتین کو تلقین کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پیروی اختیار کریں اور اپنی آغوش میں ایسے بچوں کی پرورش کریں جو بڑے ہو کر شبیر صفت ثابت ہوں "رموز خودی" میں لکھتے ہیں:

مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ	مادراں را اسوہ کامل بتول

اور "ارمغان حجاز" میں خواتین کو یوں نصیحت کرتے ہیں:

اگر پندے ز درویشے پذیری	ہزار امت بہ میرد، تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر	کہ در آغوش شبیرے بگیری

"یعنی ایک درویش کی نصیحت کو قبول کر لو تو ہزار قومیں ختم ہو جائیں، لیکن تم ختم نہیں ہو سکتیں اور درویش کی نصیحت یہ ہے کہ بتولؓ بن کر زمانہ حاضر کی نگاہ بد سے اوجھل ہو جاؤ (یعنی پردہ اختیار کر لو) تا کہ تم اپنی آغوش میں ایک شبیر کو پال سکو۔"

اور اس قول فصل کے بعد اس موضوع پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

☆☆☆